شریعتِ اسلامی میں شراب نوشی کی سزا

حافظ نذیر احمد ہاشمی

اسلام میں دنیوی سزائیں عموماً دو قسم کی متصور ہوتی ہیں: ''حد'' اور ''تعزیر''۔ فقہ اسلامی میں ان دونوں قسموں کی سزاؤں کی الگ الگ تعریفات اور تعلیقات ہیں۔ شراب نوشی حد ہے یا تعزیر' اس بارے میں علماء کے ہاں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ زیر نظر مضمون میں حدود و تعزیرات کی فنی وضاحت کے ساتھ ساتھ اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ شراب نوشی کی حرمت حداً ہے یا تعزیراً۔

حد کا لغوی مفہوم

(۱) دو چیزوں کے درمیان کی روک جو ایک کو دوسری سے ملنے نہ دے۔ الفصل بین الشیئین لئلا یختلط احدهما بالآخر۔

(۲) کسی شے کی انتہا' مثلاً زمینوں کی حد۔ منتهی كل شيءٍ حده ومنه حدود الارضين وحدود الحرم وفي الحديث في صفة القرآن: ((لكل حرفٍ حدٌّ ولكل حدٍ مطلع))

(۳) حد بندی کرنا۔ دو چیزوں کے درمیان فصل' ان میں سے ہر ایک کی انتہا اس کی حد ہے۔ وحدّ الشيء من غيره يحدُّهُ حدًّا وحدَّدهُ: مَيَّزه وحدّ كل شيء منتهاه لانه يردّه ويمنعه من التمادي [۱]

علامہ شوکانی نے لکھا ہے:

> الحد لغة المنع ومنه سمي البواب حدادًا وسميت عقوبات المعاصي حدودًا لانها تمنع العاصي من العود الى تلك المعصية التي حدّ لاجلها في الغالب واصل الحد الشيء الحاجز بين الشيئين ويقال على ما مَيّزَ الشيء عن غيره ومنه حدود الدار والارض ويطلق الحد ايضا على نفس المعصية۔ ومنه ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾ [۲]

''حد کا لغوی معنی روکنا ہے' اس لیے دربان کو حداد کہا جاتا ہے اور مختلف گناہوں پر ملنے والی سزاؤں کو حدود کہا جاتا ہے' کیونکہ کسی گناہ پر لگنے والی حد اس گناہگار کو دوبارہ اس گناہ کی طرف جانے سے بالعموم روک دیتی ہے۔ حد کا اصل معنی دو چیزوں کے درمیان حائل شے ہے اور ہر اس شے کو بھی حد کہا جاتا ہے جو کسی شے کو دوسری سے علیحدہ کر دے' چنانچہ کہا جاتا ہے حدود الدار والارض (گھر اور زمین کی حدود)۔ نیز حد کا اطلاق نفسِ معصیت پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: ﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا﴾۔''

امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے:

''الحد : دو چیزوں کے درمیان ایسی روک جو ان کو باہم ملنے سے روک دے۔ حددتُ کذا میں نے فلاں چیز کے لیے حد ممیّز مقرر کر دی۔ حدُّ الدار مکان کی حد جس کی وجہ سے وہ دوسرے مکان سے ممیّز ہوتا ہے۔ حدّ الشیء کسی چیز کا وہ وصف جو دوسروں سے اس کو ممتاز کر دے اور زنا و شراب کی سزا کو حد اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اس کا دوبارہ ارتکاب کرنے سے انسان کو روکتی ہے اور دوسروں کو بھی اس قسم کے جرائم کا ارتکاب کرنے سے روک دیتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (البقرۃ) نیز ارشاد ہے:﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (التوبۃ:۹۷)

بعض نے مندرجہ بالا آیت کریمہ میں مذکور لفظ حدود کے معنی احکام کے کیے ہیں اور بعض نے اس سے حقائق و معانی مراد لیے ہیں۔(۳)

حد کا اصطلاحی مفہوم

حنفیہ کے نزدیک حد کی تعریف یہ ہے: عقوبة مقدرة واجبة حقًّا للّٰه تعالٰی (۴) ''وہ سزا جو متعین اور واجب ہو اللہ تعالیٰ کے حق کی پامالی کی وجہ سے''۔ حد کی یہ تعریف تعزیری سزا کو شامل نہیں' کیونکہ تعزیری سزا متعین نہیں ہوتی' بلکہ امامِ وقت کی صوابدید پر ہوتی ہے' چاہے تو ضرب کی صورت میں وہ سزا نافذ کرے یا حبس کی صورت میں۔ نیز حد کی تعریف سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک قصاص پر بھی حد کا اطلاق نہیں ہوتا' کیونکہ قصاص میں سزا کا تعین تو اگرچہ ہوتا ہے لیکن وہ حقًّا للعبد واجب ہوتا ہے حتیٰ کہ اولیاءِ مقتول کی طرف سے معافی اور صلح کی صورت میں معاف ہو جاتا ہے۔ حقًّا للّٰه تعالٰی کا مطلب یہ ہے کہ ان سزاؤں کی مشروعیت جان' عقل' نسل اور مال کی حفاظت کے لیے ہوئی ہے۔

حنفیہ کی نظر میں حدود پانچ ہیں: حدِ سرقہ' حدِ زنا' حدِ شُرب' حدِ سکر اور حدِ قذف' جبکہ قطع الطریق (حدِ حرابہ) کو وہ سرقہ کے مفہوم میں داخل کرتے ہیں۔

جمہور فقہاء کے نزدیک حد کی تعریف

عقوبة مقدرة شرعا سواء کانت حقًّا للّٰه تعالٰی أم للعبد (۵)

''وہ سزا جو شرعاً مقدر ہو (مقدار مقرر کی گئی ہو) چاہے حقوق اللہ کی پامالی کی وجہ سے یا حقوق العباد کی وجہ سے۔''

تعریف میں اختلاف کی بنا پر جمہور فقہاء کے نزدیک حدود کی فہرست بھی احناف کی نسبت طویل ہے جو درج ذیل ہے: حد سرقہ' حد زنا' حد شرب' حد سکر' حد قذف' حد القصاص' حد الردّۃ۔

اسلام میں دنیوی سزاؤں کی دو قسمیں ہیں: حدود۔ تعزیرات۔

حدود: وہ سزائیں جن کی نوعیت اور مقدار نصوصِ صریحہ میں از روئے شارع متعین ہو۔ یہ سزائیں محدود ہیں اور حنفیہ کی رائے میں اس کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) حد زنا (۲) حد قذف (۳) حد سرقہ (حد حرابہ بھی اس میں شامل ہے (۴) حدّ شُرب الخمر (۵) حدّ السُّکر۔ حنفیہ نے حدود کو صرف ان ہی سزاؤں تک محدود مانا ہے کہ جن کے پیش نظر حقوق اللہ کی رعایت ہے' اس لیے انہوں نے قصاص کو حدود کی فہرست سے خارج کیا ہے' کیونکہ اس

میں حقوق العباد کی رعایت پیش نظر ہے۔ جبکہ حنفیہ کے علاوہ جمہور علماء کے نزدیک حدود سات ہیں: (۱) حدزنا (۲) حدقذف (۳) حدسرقہ (۴) حدحرابہ (۵) حدالمسکرات (۶) حدالقصاص (۷) حدالردّۃ۔

حد کی تعریف میں اختلاف کی وجہ سے حدود کی فہرست میں بھی اختلاف ہے۔

شافعیہ کے نزدیک حد کو واجب کرنے والے جرائم سات ہیں: (۱) جنایت علی النفس اوعلیٰ ما دونھا (۲) بغاوت (۳) ردّۃ (۴) زنا (۵) قذف (۶) سرقہ (۷) اشربہ محرمہ۔

حنفیہ کے نزدیک پانچ ہیں: (۱) زنا (۲) سرقہ' قطع الطریق (۳) قذف (۴) شرب الخمر (۵) شرب السکر۔

مالکیہ کے نزدیک جرائم موجبہ للحد آٹھ ہیں: (۱) جنایت علی النفس اوعلی ما دونھا (۲) بغاوت (۳) ردۃ (۴) زنا (۵) قذف (۶) سرقہ (۷) حرابہ (۸) شرب الخمر والمسکر۔

تعزیر: دوسری دنیوی سزا تعزیر ہے۔ عبدالرحمٰن الجزیری نے تعزیر کی مندرجہ ذیل تعریف کی ہے:

تأديب على ذنب لا حدّ فيه ولا كفّارة(۶) ''ایسے گناہ پر سزا دینا جس میں نہ حد ہو اور نہ کفارہ۔''

''ایسے گناہ پر سزا دینا جس میں نہ حد ہو اور نہ کفارہ۔''

تعزیر کا لغوی معنی منع کرنا' باز رکھنا اور ملامت کرنا کے ہیں۔ یعنی تنبیہہ اور تأدیب کر کے کسی کو احکام پر قائم رکھنا (**التوقيف على الفرائض والاحكام**) —— شریعت میں یہ وہ سزا اور تادیب ہے جو اس جرم پر دی جاتی ہے جس کے لیے حد متعین نہیں۔ یہ عام طور پر حد سے کم تر ہوتی ہے اور اس کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ مجرم کو دوبارہ ارتکابِ معصیت وگناہ سے باز رکھا جائے (**ان يمنع الجاني ان يعاود والذنب**)

تعزیر اور تادیب میں یہ فرق ہے کہ تعزیر کے متعلق امیر المؤمنین یا حاکمِ وقت یعنی فقط حکومت قانون سازی کر سکتی ہے اور بعد ازاں حاکمِ وقت یا اس کا نمائندہ (قاضی) نوعیتِ جرم متعین کرنے کے بعد مناسب عقوبت (سزا) نافذ کرتا ہے۔ جبکہ تادیب کوئی قانونی سزا نہیں ہوتی' مثلاً استاد کا اپنے شاگرد کو یا باپ کا اپنے بیٹے کو کوئی سزا دینا تادیب ہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں سزا تین طرح پر ہوتی ہے:

(۱) وہ سزا جسے اللہ تعالیٰ نے متعین تو کر دیا ہے لیکن اس کا نفاذ بندے پر چھوڑ دیا ہے' بالفاظِ دیگر کوئی خارجی قوت' حاکم یا حکومت اس میں دخل انداز نہیں ہوتی۔ گویا بندے کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنا تعلق خود احکم الحاکمین سے استوار کرے۔ اس قسم کی سزا کو کفارہ کہا جاتا ہے۔

(۲) وہ سزائیں جنہیں حاکم' قاضی وغیرہ یعنی حکومت نافذ کرتی ہے۔ یہ پھر دو قسم کی ہیں:

(ا) وہ سزائیں جو کتاب اللہ اور سنت نبویہ سے ثابت اور متعین ہیں' ان سزاؤں میں حاکم یا قاضی کی رائے کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ ایسی سزاؤں کو حد کہا جاتا ہے' مثلاً حدسرقہ' حدقذف اور حدزنا وغیرہ۔

(ب) وہ سزائیں جنہیں کتاب وسنت نے متعین نہیں کیا ہے بلکہ حاکمِ وقت یا اس کا نمائندہ قاضی وغیرہ موقع کے اعتبار سے یا ضرورت کے مطابق متعین کرتا ہے۔ اس قسم کی سزاؤں میں حکومت وقت کو قانون سازی کا حق حاصل ہے۔ ان سزاؤں کو تعزیر کہا جاتا ہے۔

حد اور تعزیر میں ایک اور فرق بھی کیا جاتا ہے کہ حد حق اللہ شمار ہوتی ہے اور جبکہ تعزیر حق العبد۔ چنانچہ حد میں بندہ تصرف نہیں کرسکتا جبکہ تعزیر میں بندہ دو طرح کا تصرف کرسکتا ہے۔ ایک تو سزا کم و بیش ہوسکتی ہے اور اس کی نوعیت بھی بدلی جاسکتی ہے' مثلاً دُرّوں کی تعداد یا جنس وغیرہ باعتبار موقع و شخصیت مجرم وغیرہ۔ دوسرے تعزیر چونکہ حق العبد ہے لہٰذا مظلوم کو مجرم کو معاف کرنے کا حق ہے اور اس کے معاف کرنے سے مجرم سزا سے بری ہوسکتا ہے۔ اس اصول کے تحت قصاص کا شمار بھی حد کی فہرست میں نہیں ہوتا' کیونکہ اولیاءِ مقتول کو معافی کا اختیار ہے۔

شریعت اسلامی میں عقوبت کا اوّلین مقصد بندگانِ خدا کو مجرم کی شرارتوں سے محفوظ رکھنا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے: ''الانزجار عما یتضرر به العباد''(۷) کیونکہ اسلام فساد فی الارض اور معاشرۂ اسلامی میں فتنے کو انتہائی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

دوسرا مقصد' انسان کی اپنی اصلاح ہے تاکہ اس کا میلانِ جرم راسخ نہ ہو جائے۔ بقول صاحب فتح القدیر ''کی لا تصیر ملکاتٍ فیفحش ویستدرج الی ما ھو اقبح'' (۸) جہاں تک اصلاح کا تعلق ہے اس مقصد میں مسلم و غیر مسلم دونوں شریک ہیں' لیکن شرعی عقوبت سے مسلمان کی عاقبت بھی درست ہو جاتی ہے' کیونکہ اس سے تطہیر عن الذنب ہو جاتی ہے اور روزِ آخرت اس کے متعلق اس سے باز پرس نہیں ہوگی۔ اسی لیے تو آغازِ اسلام میں مجرم خود آ کر جرم کا اعتراف کر کے سزا کا مطالبہ کرتا تھا۔

تیسرا مقصد یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں موجود انتقامی جذبہ کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے' لیکن اس انتقامی جذبے کو عفو میں تبدیل کر کے اسلام نے مکارمِ اخلاق کی طرف بڑا قدم اٹھایا ہے۔

الحاصل: اسلامی عقوبات میں وہ تینوں اغراض و مقاصد پیش نظر ہیں جنہیں علم الاخلاق تسلیم کرتا ہے۔ انتقامی' امتناعی اور اصلاحی یہ تینوں مقاصد اس کے پیش نظر ہیں۔

امام قرافی مالکی نے حد اور تعزیر میں دس وجوہ سے فرق بیان کیا ہے:

(۱) حدود و قصاص کی سزائیں شرعاً متعین ہیں' مجرم اور جرم کے حالات کی بنا پر قاضی اس میں کوئی ردّ و بدل نہیں کرسکتا' جبکہ تعزیری سزاؤں کا معاملہ قاضی / حاکم کی صوابدید پر ہے جو جرم کی نوعیت اور مجرم کے حالات اور سزا سے اس کی اثر پذیری کی بنا پر مختلف سزائیں دے سکتا ہے۔ یہ خیال رہے کہ تعزیری سزاؤں کی تعیین میں قاضی کا یہ اختیار کچھ قواعد و ضوابط سے مشروط ہے' جن میں سے اہم اس کا عدالت و تقویٰ سے متصف ہونا بلکہ مالکیہ' شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونا بھی ہے۔ نیز مختلف تعزیری سزاؤں میں سے جرم کے مناسب سزا کا اختیار کرنا بھی اس پر لازم ہے۔

(۲) حدود اور قصاص (اولیاءِ مقتول کی طرف سے عدمِ معافی کی صورت میں) کا نفاذ سربراہِ مملکت پر واجب ہے' اس میں کسی بھی سبب کی بنا پر نہ عفو ہے' نہ سفارش' نہ ابراء ہے اور نہ اسقاط۔ جبکہ تعزیر کے بارے میں ائمہ ثلاثہ ابوحنیفہ' مالک اور احمد ﷭ کا مسلک یہ ہے کہ اگر وہ لحق اللہ تعالیٰ ہو تو حدود کی طرح اس کا نفاذ بھی واجب ہے' سوائے اس صورت کے کہ اگر امامِ وقت کو یہ ظنِ غالب ہو جائے کہ مجرم کو جرم سے باز رکھنے کے لیے بجائے مار پیٹ کے زبانی ڈانٹ ڈپٹ بھی کافی ہے تو اس کو از خود معاف کرنے کا یا سفارش قبول

کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اور اگر وہ لحق العباد ہو تو صاحبِ حق کو معاف کرنے کا اختیار حاصل ہے اور اس کے معاف کیے بغیر ولی امر کے لیے اس کو معاف کرنے کا یا کسی دوسرے کی سفارش پر تعزیر کا ساقط کرنا جائز نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک امام وقت پر تعزیر قائم کرنا واجب نہیں بلکہ قائم کرنا اور معاف کرنا دونوں کا اختیار ہے۔ اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ تعزیر شرعاً غیر مقدر ہے' لہٰذا اس کا نفاذ واجب نہیں ہے۔ لیکن ان کا یہ استدلال محل نظر ہے' کیونکہ اگر ان کا یہ استدلال صحیح تسلیم کیا جائے تو زوجات اور اقارب کا نفقہ (جو غیر مقدر ہے) بھی واجب نہیں ہونا چاہیے' حالانکہ امام موصوف بھی اس کے قائل ہیں۔

(۳) جرم کی جسامت کے اختلاف سے حدود میں اختلاف نہیں ہوتا' چنانچہ قلیل و کثیر کے سرقہ میں' قطرہ اور گھڑا بھر شراب نوشی میں' اسی طرح عالم' متقی اور صالح آدمی اور ایک عام آدمی کے قتل کرنے کی سزا میں کوئی فرق نہیں۔ جبکہ جرم کے اختلاف سے تعزیری سزا میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

(٤) حدود لازمی طور پر معصیت کے نتیجے میں لاگو ہوں گی جبکہ تعزیر کے لیے یہ شرط نہیں کیونکہ تعزیر تادیب ہے' مثلاً ادب سکھانے کی غرض سے بچے کو مارنا۔

(۵) تعزیر ثابت ہونے کے بعد ساقط ہو سکتی ہے' مثلاً اگر مجرم بچہ ہے یا جرم سرزد تو ہوا ہے کسی مکلف سے لیکن وہ جرم اتنا حقیر ہے کہ جس پر سزا دینے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا' کیونکہ خفیف سزا اس کے لیے رادع نہیں بنتی ہے اور شدید سزا دینا اس حقیر جرم پر واجب نہیں' جبکہ حد کسی صورت میں ساقط نہیں ہو سکتی۔

(٦) تعزیری سزا توبہ سے ساقط ہو سکتی ہے جبکہ ''حد'' جمہور علماء کے نزدیک' سوائے حنابلہ کے' توبہ سے ساقط نہیں ہوتی' سوائے حد حرابہ کے۔

(۷) تعزیر میں قاضی کو مختلف سزائیں دینے کا اختیار ہے' جبکہ حدود میں صرف ایک متعین شدہ سزا ہی دی جا سکتی ہے' سوائے حد حرابہ کے۔

(۸) فاعل' مفعول اور جرم کے اختلاف سے تعزیر مختلف ہو سکتی ہے' یعنی تعزیری سزا میں مقدار جرم' مجرم اور جو جرم کا نشانہ بنا ہے' کا لحاظ رکھا جانا ضروری ہے۔ جبکہ حدود میں یہ اختلاف نہیں' ان پر حالات اثر انداز نہیں ہوتے۔ یہ مذکورہ فرق دراصل فرق اول کی مکمِّل (تکمیل کرنے والی) ہے۔

(۹) علاقوں' شہروں اور زمانوں کے اختلاف سے تعزیر مختلف ہو سکتی ہے مگر حدود یکساں رہتی ہیں۔

(۱۰) تعزیر کبھی حقًّا لِلّٰہ ہوتی ہے مثلاً حرماتِ دینیہ کی بے حرمتی' قرآن پاک اور صحابہ کرام ﷺ کی توہین و تنقیص وغیرہ' اور کبھی حقًّا للعَبد ہوتی ہے مثلاً کسی کو گالی گلوچ کرنے یا مار پیٹ کرنے پر' جبکہ ''حدود'' بالاتفاق حقًّا لِلّٰہ ہی ہوتی ہیں سوائے حد قذف کے''۔ (۹)

ان مذکورہ بالا فروق کے علاوہ حد اور تعزیر میں امام شافعی کے نزدیک ایک اور فرق بھی ہے کہ دورانِ حد اگر مجرم کی جان چلی جائے تو اس کا خون ہدر ہے' جبکہ دورانِ تعزیر جان جانے پر ضمان واجب ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد بن حنبل ﷫ کے نزدیک حد اور تعزیر دونوں کے دوران تلف ہو جانے والی جان کا خون ہدر ہے' کیونکہ امام کو حد اور تعزیر لگانے کا حکم ہے اور مامور کا فعل لا يتقيد بشرط السلامة (۱۰)

حُرمتِ خَمر

شراب کی حرمت غزوۂ اُحد (۳ھ) کے بعد ہوئی ہے۔ بقول قتادہ غزوۂ احزاب کے بعد ہوئی ہے اور غزوۂ احزاب ۴ھ یا ۵ھ میں ہوا ہے۔ بقول ابن اسحاق غزوۂ بنی نضیر کے بعد ہوئی ہے' جو راجح قول کے مطابق ۴ھ میں ہوا ہے۔ دمیاطی نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ شراب کی حرمت ۶ھ میں حدیبیہ کے سال ہوئی ہے۔ لیکن ابن اسحاق کا قول محلِ نظر ہے' جیسا کہ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ شراب کی حرمت کے نزول والے سال حضرت انس' ابوعبیدہ' ابوطلحہ اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم کو شراب پلا رہے تھے کہ اتنے میں شراب کی حرمت کی منادی کی گئی۔ اگر یہ واقعہ ۴ھ میں تسلیم کیا جائے تو اس وقت حضرت انسؓ کے صغیر السِن ہونے کی وجہ سے ساقی کے فرائض انجام دینے کی بات سمجھ نہیں آتی۔ اس کی حرمت کے بارے میں مفسرین کے اقوال کا خلاصہ درج ذیل ہے:

شراب کے بارے میں قرآن مجید کی چار آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں:

(۱) سورۃ النحل کی آیت ۶۷ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی:

﴿وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ﴾

''اور کھجور و انگوروں کے میووں سے تم بناتے ہو نشہ اور عمدہ رزق۔''

مندرجہ بالا آیت کریمہ کے نزول کے بعد بھی مسلمان شراب پیتے رہے' کیونکہ وہ اس زمانہ میں ان کے لیے حلال تھی۔ پھر جب سیدنا عمر بن الخطاب' معاذ بن جبل اور چند انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر درخواست کی: یارسول اللہ ﷺ شراب کے بارے میں ہمیں کوئی فتویٰ دیجیے' کیونکہ یہ عقل اور مال کو برباد کرنے والی ہے' تب اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۱۹ نازل کی: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ؗ﴾ ''یہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ فرما دیجیے ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں''۔ اس پر بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ''اِثْمٌ كَبِيْرٌ'' فرمانے کی وجہ سے شراب چھوڑ دی اور بعض ''وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ'' کو دلیل سمجھ کر پیتے رہے۔

ایک دن ایک جلیل القدر صحابی نے اپنے دوستوں کے لیے دعوت کا اہتمام کیا' کھانے کے بعد شراب کا دور چلا' جس کی وجہ سے نشہ چڑھ گیا۔ اتنے میں مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ امام صاحب نے نماز میں قراءت کرتے ہوئے ''قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ'' پڑھا اور آخر تک بغیر ''لَا'' کے پڑھتے چلے گئے۔ تب سورۃ النساء کی آیت ۴۳ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد بعض لوگوں نے تو شراب بالکل چھوڑ دی جبکہ کچھ لوگ اوقاتِ نماز کے علاوہ پیتے رہے۔ کوئی عشاء کی نماز کے بعد پی لیتا تو صبح تک اس کا نشہ اُتر جاتا اور کوئی صبح کی نماز کے بعد پی لیتا تو ظہر تک اس کا نشہ اُتر جاتا۔

ایک دن ایک اور صحابی نے دوستوں کو کھانے پر بلایا جن میں ایک جلیل القدر صحابی بھی تھے۔ کھانے کے

بعد شراب کا دور چلا اور جب نشہ چڑھ گیا تو نشہ کی حالت میں بڑائیاں مارنے اور اشعار پڑھنے لگے۔ ایک صحابی نے وہیں ایک قصیدہ پڑھا جس میں انصار کی ہجو اور ان کی قوم کی بڑائی تھی۔ انصار میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر اونٹ کا جبڑا قصیدہ پڑھنے والے کے سر میں مارا جس سے ان کا سر پھٹ گیا۔ اُنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس انصاری کی شکایت کی۔ تب آنحضرت ﷺ نے یہ دعا کی: ''ربّ العزت! ہمارے لیے شراب کا حکم صاف صاف بیان فرما دے''۔

آپ ﷺ کی دعا کو بارگاہ الٰہی میں سند قبولیت عطا کرتے ہوئے سورۃ المائدۃ کی آیات ۹۰، ۹۱ نازل ہوئیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۹۰ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۝۹۱﴾

آیت کریمہ کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ پکار اٹھے: ''انتهينا انتهينا يا رب''

مندرجہ بالا بیان سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ شراب کی حرمت تدریجاً ہوئی ہے، کیونکہ ایک تو یہ عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، دوسرے شراب ان کی تجارت اور کسب وکمائی کا ایک اہم عنصر تھا۔ چنانچہ ملک شام سے سستے داموں خرید کر مہنگے اور منہ مانگے داموں فروخت کیا کرتے تھے اور یہی ''مَنَافِعُ لِلنَّاسِ'' کی تفسیر بیان کی گئی ہے، جبکہ علامہ قرطبی نے تفسیر قرطبی میں ''مَنَافِعُ لِلنَّاسِ'' کی تفسیر میں بعض دیگر چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: شراب کھانا ہضم کرتی اور کمزوری کو قوت میں بدلتی ہے، نیز بخیل کو سخی، بزدل کو دلیر کرتی اور رنگ کو نکھارتی ہے، وغیر ذلک(۱۱)

چنانچہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا ہے:

ونشربها فتتركنا ملوكًا وأُسدًا ما ينهنها اللقاء

''شراب پینے کے بعد ہم بادشاہ اور شیر بن جاتے ہیں اور پھر جنگ کو خاطر میں نہیں لاتے۔''

ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے:

فاذا شربتُ فانني ربّ الخورنق والسدير

واذا صحوتُ فانني ربّ الشويهة والبعير

''شراب نوشی کے بعد میں اپنے آپ کو نعمان اکبر کے محل کا مالک سمجھتا ہوں اور جب نشہ اترتا ہے تو پھر میں وہی گڈریا اور ساربان (اونٹوں والا) بن جاتا ہوں۔''

''وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا'' یعنی شراب اور جوئے کے مفاسد ان کے متوقع منافع کے مقابلے میں عظیم تر ہیں۔ چنانچہ شراب کے عظیم ترین مفاسد میں سے ایک عظیم مفسد عقل کا زائل ہونا ہے جو انسانی صفات میں سے سب سے عظیم صفت ہے۔ اس لیے کہ عقل کا معنی روکنا ہے اور یہی عقل انسان کو ان قبائح سے روکتی ہے جن کی طرف وہ طبعاً مائل ہوتا ہے۔ شراب نوشی کی وجہ سے مانع عن القبائح عقل زائل ہو جاتی ہے۔ اس مانع کے ہٹنے

کی وجہ سے انسان اپنی طبیعت اور فطرت کی بنا پر مختلف قبائح و رذائل کا ارتکاب کرنے لگ جاتا ہے۔

ابن ابی الدنیا کا کہنا ہے کہ ایک دن اس کا گزر ایک نشئی پر ہوا جو اپنے ہاتھ پر پیشاب کر کے اس سے اپنا منہ دھوتا ہوا کہہ رہا تھا: ''الحمد للّٰہ الذی جعل الاسلام نورا والماء طھوراً''

عباس بن مرداس سے دورِ جاہلیت میں کسی نے شراب نہ پینے کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے جواب دیتے ہوئے کہا:

"ما انا بآخذ جھلی بیدی فادخله فی جوفی' ولا ارضی ان اصبح سید قوم وامسی سفیھھم"(۱۲)

''میں اپنی جہالت اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے پیٹ میں داخل نہیں کرتا اور نہ ہی مجھے یہ بات پسند ہے کہ اپنی قوم کا سردار بن کر پھر ان میں سے ایک احمق آدمی (شراب پینے کی وجہ سے) بن جاؤں۔''

دورِ جاہلیت میں قیس بن عاصم المنقری بہت زیادہ شراب پینے والا تھا۔ ایک دن نشے کی حالت میں اس نے اپنے والدین کو گالیاں دینے کے علاوہ چاند سے ہمکلامی کی اور شراب تیار کرنے والے کو بہت سارا مال دے ڈالا۔ نشہ اُترنے پر جب اس کی حرکتوں کے بارے میں اسے بتایا گیا تو شراب کو اپنے اُوپر حرام کرتے ہوئے کہا:

رأیتُ الخمر صالحة وفیھا — خصال تفسد الرجل الحلیما
فلا واللّٰہ اشربھا صحیحًا — ولا اشفی بھا ابدًا سقیمًا
ولا اعطی بھا ثمنا حیاتی — ولا ادعو لھا ابدًا ندیما
فان الخمر تفضح شاربیھا — وتجنیھم بھا الامر العظیما(۱۳)

''میں تو شراب کو مفید سمجھتا رہا حالانکہ اس میں ایسے اوصاف ہیں جو عقل مند آدمی کو بھی بگاڑ دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نہ تو تندرستی کی حالت میں اسے پیوں گا اور نہ بیماری کی حالت میں اسے بطور دوا استعمال کروں گا' میں تا زندگی کسی قیمت کے بدلے اسے نہیں خریدوں گا اور نہ شراب نوشی کے لیے کسی ہم نشین کو دعوت دوں گا' اس لیے کہ شراب' پینے والوں کو ذلیل و رسوا کر کے ان سے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرواتی ہے۔''

کچھ علماء کا خیال ہے کہ شراب کی حرمت سورۃ البقرۃ کی مذکورہ بالا آیت ۲۱۹ ﴿قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ...... الخ﴾ سے ہوئی ہے' چاہے کوئی دوسری آیت کریمہ اس سلسلے میں نازل نہ بھی ہوتب بھی حرمت شراب پر دلالت کرنے کے لیے یہی آیت کافی تھی' کیونکہ:

(۱) اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ شراب اور جوئے میں ''اثم کبیر'' ہے اور قرآن مجید ہی نے سورۃ الاعراف کی آیت ۳۳ ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ......﴾ میں ''اثم'' کو حرام قرار دیا ہے اور جب شراب میں ''اثم'' ہے اور ''اثم'' حرام ہے تو ''اثم'' پر مشتمل شراب بھی حرام ہوگی۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں مذکور ''اثم'' سے بعض علماء کے نزدیک مراد شراب ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

شربت الاثم حتی ضل عقلی — کذٰلك الاثم یذھب بالعقول

''میں نے اثم (شراب) پی ہے حتیٰ کہ میری عقل کھوگئی اسی طرح ''اثم'' (شراب) عقلوں کو کھو دیتا ہے۔''

لیکن یہ دلیل کمزور ہے۔ایک تو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے البقرۃ کی مذکورہ آیت میں شراب کو اثم کہنے کے بجائے ''قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ'' فرمایا ہے' هما اثما كبيران نہیں فرمایا۔دوسرے اس لیے کہ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں خمر کی مذمت اور سورۃ المائدہ کی آیت ﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ......﴾ میں خمر کی حرمت بیان ہوئی ہے اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔(۱۴)

(۲) ''وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا'' سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب کے مفاسد اس کے منافع پر غالب ہیں اور ترجيح المفسدة على المصلحة کا تقاضا تحریم (اس کام کا حرام قرار دینا) ہوتا ہے۔مزید برآں لفظ ''اثم'' کا اطلاق کبھی سبب عقاب (گناہ) پر اور کبھی عقاب پر ہوتا ہے۔وكل منهما لا يوصف به الا المحرم۔

لیکن حق بات یہی ہے کہ یہ آیت کریمہ تحریم خمر میں صریح نہیں ہے' جیسا کہ حضرت قتادہ کا قول اوپر ذکر ہوا ہے' کیونکہ اثم کا معنی مفسدہ ہے اور رجحان المفسدة على المصلحة مقتضی تحریم فعل نہیں بلکہ مقتضی رجحانِ تحریم فعل ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ کے نزول کے بعد بھی کبار صحابہ ''انما نشرب ما ينفعنا'' کہتے ہوئے سورۃ المائدۃ کی اس آیت کے نزول تک شراب پیتے رہے جو تحریم خمر پر بطورِ نص دلالت کرتی ہے۔

سورۃ المائدۃ میں شراب کی حرمت بیان کرتے ہوئے اس کے لیے پہلا لفظ رِجْسٌ استعمال کیا گیا ہے اور رِجسٌ کا معنی وہ گندگی ہے جس سے عقول سلیمہ نفرت کرتی ہوں۔بقول امام راغب اصفہانی رِجس چار قسم پر ہے: (۱) صرف طبیعت کے لحاظ سے (۲) صرف عقل کی رو سے (۳) صرف شریعت کی رو سے (۴) ہر سہ کی رو سے' جیسے مَيتة (مردار) سے انسانوں کو طبعی نفرت بھی ہے اور عقل و شریعت کی رو سے بھی ناپاک ہے۔رِجس شرعی جیسے جوا اور شراب کہ شریعتِ مطہرہ نے اسے رِجس قرار دیا ہے۔بعض نے شراب اور جوئے کو صرف شرعاً نہیں بلکہ عقلاً بھی رِجس کہا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ قرآن مجید نے ان دونوں کے بارے میں ''وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا'' کہا ہے اور جس چیز کا نقصان اس کے نفع پر غالب ہو ضروری ہے کہ عقل سلیم اس سے مجتنب رہنے کا حکم دے۔اسی طرح کفار کو رِجس قرار دیا گیا ہے' کیونکہ وہ شرک کرتے ہیں اور شرک عند العقل قبیح ترین شے ہے۔مثلاً فرمایا: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ﴾ (التوبۃ:۱۲۵) ﴿وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (یونس)۔(۱۵)

دوسرا لفظ ''مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ'' استعمال کیا گیا ہے' یعنی شراب نوشی شیطانی عمل ہے' کیونکہ شیطان خود خبیث اور نجس ہے اور خبیث و نجس کا کام نجس کاموں کی دعوت دینا ہی ہوتا ہے۔علاوہ ازیں شراب کی حرمت بیان کرنے کے لیے صراحتاً حرام کا لفظ اختیار کرنے کے بجائے ''فَاجْتَنِبُوْهُ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا معنی ہے شراب سے دُور دُور رہو' اس کے قریب بھی نہ پھٹکو۔اور کسی شے کی حرمت ظاہر کرنے کے لیے لفظ حرام کے استعمال کے مقابلے میں یہ لفظ بلیغ ترین ہے۔

پھر اس کی شناعت و قباحت کو مزید اجاگر کرنے کے لیے شراب سے اجتناب کو فوز و فلاح اور دنیوی و

اُخروی سعادت کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ یعنی اگر فوز و فلاح اور دُنیوی و اُخروی کامیابی کے طلبگار ہو تو اس کے لیے شراب نوشی سے اجتناب شرط ہے' کیونکہ اس میں دین و دنیا کا فساد اور صحت' عقل اور مال کا ضیاع ہے۔ چنانچہ خود اللہ عزوجل نے شراب اور جوئے کے عظیم ترین اور خطرناک ترین مفاسد میں سے دو کا بالخصوص ذکر کیا ہے۔ ایک کا تعلق دنیا سے اور دوسرے کا تعلق دین سے ہے۔ دنیوی مفسدہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾

''شراب نوشی اور جوئے کے ذریعے شیطان تمہارے مابین عداوت اور بغض ڈالنا چاہتا ہے۔''

کیونکہ شراب نوشی انسانی عقل کو فاسد کر دیتی ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

شربتُ الخمر حتی ضل عقلی کذلك الخمر تفعل بالعقول

''میں نے شراب پی حتیٰ کہ میری عقل کھو گئی اور شراب عقلوں کے ساتھ یہی معاملہ کرتی ہے۔''

عقل ہی کی بدولت انسان اشرف المخلوقات ہے' اس کے من جملہ دیگر اوصاف کے افضل و اشرف ترین صفت عقل ہی ہے۔ کیونکہ عقل کا لغوی معنی روکنا ہے اور جب تک انسان کی عقل فساد و بگاڑ سے محفوظ ہو تو وہ انسان کو قبائح و رذائل سے روکتا رہتا ہے اور اگر یہی عقل فساد و بگاڑ کا شکار ہو جائے یا انسان شراب نوشی کے ذریعے اسے فاسد کر دے یا پردہ ڈال کر اسے کام کرنے سے روک دے تو پھر انسان بدترین حیوان بن جاتا ہے اور ہر قسم کا شر و فساد بصورت قتل و غارت' ظلم' فحش گوئی' افشاءِ راز' ملک و وطن سے غداری وغیرہ قبائح و رذائل اس سے سرزد ہوتے رہتے ہیں' جن کے اثرات صرف اس کی ذات تک محدود نہیں ہوتے بلکہ اس کے عزیز و اقارب' دوست و احباب اور پڑوسی بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جس کا نتیجہ باہمی عداوت اور بغض و نفرت کی صورت میں برآمد ہوتا ہے اس لیے شریعتِ مطہرہ نے اسے اُم الخبائث قرار دیا ہے' جیسا کہ طبرانی کی روایت عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما میں ہے:

ان النبی ﷺ قال: ((اَلْخَمْرُ اُمُّ الْخَبَائِثِ))(١٦)

دوسری روایت میں تفصیل ہے جو درج ذیل ہے:

قال النبی ﷺ: ((اَلْخَمْرُ اُمُّ الْفَوَاحِشِ وَاَكْبَرُ الْكَبَائِرِ وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ تَرَكَ الصَّلَاةَ وَوَقَعَ عَلٰى اُمِّهٖ وَخَالَتِهٖ وَعَمَّتِهٖ)) (١٧)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جو ابن ماجہ اور سنن ترمذی میں ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْخَمْرِ عَشْرَةً: عَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَآكِلَ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِي لَهَا وَالْمُشْتَرَاةُ لَهٗ (١٨)

اور صحیحین' ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور مسند احمد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ

يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ)) (١٩)
دینی مفاسد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا:
﴿وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾ ''یہ شراب تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے۔''
کیونکہ شراب نوشی کے نتیجے میں جب انسان پر مستی' بے خودی اور لذت وطرب کی کیفیت غالب ہو جاتی ہے تو وہ اللہ کے ذکر اور نماز سے غفلت اور اس کی اطاعت سے اعراض کرنے لگ جاتا ہے۔ آخر میں فرمایا گیا: ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ یعنی شراب نوشی کے اتنے سارے قبائح' مفاسد اور رذائل بیان کرنے کے بعد بھی تم باز آتے ہو کہ نہیں؟ انداز بظاہر استفہام کا ہے لیکن درحقیقت نہی ہے۔
الحاصل: سورۃ المائدۃ کی مذکورہ بالا آیت کریمہ شراب نوشی کی حرمت پر متعدد وجوہ سے دلالت کرتی ہے:
(۱) آیت کریمہ کے آغاز میں ''اِنَّمَا'' کلمۂ حصر لایا گیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے گندے اور شیطانی اعمال کو خمر' میسر' انصاب اور ازلام میں منحصر فرمایا' یعنی ان چاروں کے علاوہ کوئی اور کام گندا اور شیطانی عمل میں شامل نہیں ہے۔
(۲) مذکورہ آیت کریمہ میں شراب اور جوئے کو عبادتِ اوثان کے ساتھ ملا کر یہ بتایا ہے کہ خمر ومیسر عبادتِ اوثان کے مثل ہے' جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((شَارِبُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ وَثَنٍ))(٢٠) دوسری حدیث میں ((شَارِبُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى))(٢١) کے الفاظ مذکور ہیں۔
(۳) اللہ تعالیٰ نے ﴿فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ امر کا صیغہ استعمال کر کے اس سے اجتناب کا حکم دیا ہے اور امر کا صیغہ وجوب کے لیے ہوتا ہے۔
(۴) ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ فرما کر شراب سے اجتناب کو فلاح کا ذریعہ بتایا ہے اور اگر اجتناب فوز وفلاح کا ذریعہ ہے تو اس کا ارتکاب لازماً خیبت وخسران ہوگا۔
(۵) شراب نوشی کی دینی ودنیاوی مفاسد از قبیل باہمی عداوت وبغض اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے اعراض وغیرہ قبائح ورذائل کا بیان اس کی حرمت کی بیّن دلیل ہے۔
(۶) نہی کا بلیغ ترین انداز ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ کا اختیار کرنا ہی اس کی حرمت کی بیّن دلیل ہے۔ یعنی شراب کے گوناگوں مفاسد اور قبائح ورذائل بتانے کے بعد بھی تم باز آتے ہو یا اسی طرح اس پر مصر رہو گے؟
(۷) اس آیت کے متصل بعد ﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا﴾ فرمایا گیا۔ یعنی شراب سے اجتناب کا جو حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے اس کو مانو اور اس حکم کی مخالفت سے بچو۔
(۸) اس کے معاً بعد فرمایا گیا: ﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾﴾ (المائدۃ) آیت کے اس ٹکڑے میں اس شخص کو تہدید عظیم اور شدید وعید سنائی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے۔ یعنی تم پر اتمامِ حجت ہو چکی ہے اور ہمارے رسول ﷺ تبلیغ وانذار کے فریضہ سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اگر اس حکم کی تم مخالفت کرو گے تو سزا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔
مندرجہ بالا آٹھ وجوہ کی بنا پر یہ آیت کریمہ تحریم خمر کے بارے میں دلیل قاطع کی حیثیت رکھتی ہے۔

حواشی

(۱) لسان العرب بذیل مادہ ح' د' د۔

(۲) نیل الاوطار ج۷' ص ۲۵۰' دارالفکر بیروت۔ وفتح الباری' کتاب الحدود' ج۱۲' ص ۷۱۔ دارالسلام' الریاض۔ الفقہ علی المذاھب الاربعۃ' عبدالرحمٰن الحزیری' ج۵' ص ۶۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ' وھبۃ الزحیلی' کتاب الحدود' ج۷' ص ۵۲۷۶۔ بدائع الصنائع' کتاب الحدود' ج۷' ص۳۳۔

(۳) مفردات القرآن' مترجم' بذیل مادہ ح' د' د۔

(٤) بدائع الصنائع' ج۷' ص۳۳۔ المبسوط للسرخسی' ج۹' ص ۳۶۔ فتح القدیر لابن الھمام' ج٤' ص ۱۱۲۔ تبیین الحقائق للزیلعی' ج۳' ص۱۶۳۔ حاشیہ ابن عابدین' ج۳' ص۱۵٤۔

(٥) الفقہ علی المذاھب الاربعۃ' ج٥' ص ۱۷۔

(٦) الفقہ علی المذاھب الاربعۃ' ج٥' ص ۱۷۔

(۷) فتح القدیر' ج٤' ص ۱۱۱۔

(۸) فتح القدیر' ج٤' ص ۲۱۱۔

(۹) الفروق' ج٤' ص ۱۷۷ تا ۱۸۳۔

(۱۰) الشرح الکبیر' درد یر و حاشیۃ الاسوقی : ج٤' ص۳۵۵۔ رد المحتار' ابن عابدین' ج۳' ص ۱۹۶۔

(۱۱) تفسیر القرطبی' جلد دوم' جز ثالث تفسیر آیت ۲۱۹سورۃ البقرۃ ۔ وتفسیر روح المعانی' جلد دوم' تفسیر آیت مذکورہ بالا۔

(۱۲) تفسیر روح المعانی' جلد دوم' تفسیر آیت ۲۱۹' سورۃ البقرۃ۔

(۱۳) تفسیر القرطبی' جلد دوم' الجزء الثالث تفسیر آیت ۲۱۹' سورۃ البقرۃ۔

(١٤) روح المعانی' تفسیر آیت ۲۱۹ البقرۃ۔

(۱٥) مفردات القرآن' مادہ ر ج س ۔

(۱٦) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ : ۱۸٥٤' و صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ للالبانی : ۳۳٤٤۔

(۱۷) ضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ للالبانی : ۲۹٤۸۔

(۱۸) سنن الترمذی ' کتاب البیوع عن رسول اللہﷺ باب النھی ان یتخذ الخمر خلا۔

(۱۹) صحیح البخاری' کتاب الاشربۃ' باب قول اللّٰہ تعالیٰ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ۔

(۲۰) غایۃ المأمول لابن ملقن:٤٦' راوی :ابوھریرۃؓ۔

(۲۱) مسند البزار' کتاب الاشربۃ۔ ومصنف ابی بکر بن ابی شیبہ' کتاب الاشربہ۔

(جاری ہے)

❁❁❁